نظم روٹیاں

شاعر نظیر اکبر آبادی نے اپنی ان نظموں میں معاشرتی اقدار اور رویوں کو بیان کیا ہے۔ نظم ”روٹیاں“ بظاہر سادہ سا موضوع ہے۔ اس موضوع کو بیان کرنے کے لیے الفاظ کا چناؤ بھی بہت سادہ کیا گیا ہے۔ معاشرے کے مختلف پیشوں کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ لیکن اس نظم میں اکبر نے پسی زندگی کا فلسفہ سمو دیا ہے۔ یہ فلسفہ صرف دنیاوی معیار کی علامت نہیں ہے کہ روٹی کا ہونا کسی انسان کی امارت اور عزت کی علامت ہے۔ لوگ ایسے ہی لوگوں سے ملنا پسند کرتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ روٹی کا حصول ہمارے عمل ہمارا رویہ جسکے تمام واسطے ہمارے مذہب سے جا ملتے ہیں۔ اس موقع پر اکبر نے ان لوگوں پر طنز کیا ہے اور انھیں مشورہ بھی دیا ہے کہ جو لوگ درباروں اور مزاروں پر سلام کرتے ہیں انھیں چاہیئے کہ وہ اس جگہ سلام کیا کرے جہاں روٹی ملتی ہے۔ اس لیئے کہ ”روٹی“ مذہبی عقیدت پر فوقیت رکھتی ہے۔ اکبر نے اپنی اس نظم میں ”روٹی“ کو اللہ کی ایک نعمت قرار دیا ہے۔ وہ یہ فلسفہ بتاتے ہیں کہ ہماری زندگی کا ہر عمل روٹی کے حصول کے لیے ہی ہے۔ کھانا کھلانے کی مذہبی سطح پر اپنی ایک اہمیت ہے کہ ہمارا رب دوسروں کو کھانا کھلانے پر خوش ہوتا ہے اور دنیا میں ہم جہاں آگے چولہا دیکھتے ہیں وہیں کے ہو جاتے ہیں۔ گویا پیٹ میں روٹی ہو تو ہر چیز اچھی لگتی ہے اور یہ اطمینان اسے صرف دنیا کو دیکھنے میں نصیب نہیں ہوتا بلکہ عبادت میں بھی خشوع خضوع پیدا ہو جاتا ہے۔ نظیر نے تصّوف کے بنیادی تصورات پر طنز کیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اہل تصوف کا ترکِ دنیا کا تصّور ٹھیک نہیں ہے۔ اس لیئے کہ انسان کی بھوک روٹی کے سوائے کسی اور چیز سے نہیں بڑھتی۔ انہوں نے ایک مثال دی ہے کہ جب کسی بھوکے فقیر سے پوچھا گیا کہ خدا نے چاند اور سورج کس چیز سے بنائے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ مجھے تو یہ روٹیاں لگتی ہیں۔ یعنی

بھوک کی حالت میں آفاقی حقیقتیں محو ہو جاتی ہیں۔ اس طرح دوسرے فقیر نے بھی یہ کہا ہے کہ کرامات اور معجزے روٹی ہی کی بدولت ہیں۔ اگر پیٹ میں روٹی نہ ہو تو کوئی معجزہ اچھا نہیں لگتا۔ کیونکہ روٹی ہی سے زندگی میں خوبصورتی اور مٹھاس ہے۔ جب انسان روٹی کھالیتا ہے تو اُسے دنیا کے تمام راز معلوم ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات تو معاشرتی رتبے اور انکساری کا مقام بھی روٹی پر ہی ہوتا ہے۔

روٹی کے لیے انسان بہت سے روپ دھارتا ہے۔ کوئی رنگین کپڑے پہن کر، کوئی اپنے بال بڑھا کر روٹی کے جتن کرتا ہے اور گھنگھروں باندھ کر اپنے آپ کو تماشا بنالیتا ہے۔ گویا پورا معاشرہ صرف روٹی کا مطلب کا رہے۔ انسان کے پیٹ کی آگ کو صرف روٹی ہی بجھاتی ہے۔ پیٹ کا تندور صرف روٹی کی آگ ہی بجھا سکتی ہے۔ یہ آگ کسی عبادت سے نہیں بجھتی کیونکہ زندگی کی ہر چیز میں اپنی نظر آتی ہے۔ چاند اور سورج کو جب ہم بھوک کے آئینے میں رکھ کر دیکھتے ہیں تو وہ سوائے روٹی کے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ نظیر اکبر آبادی نے زندگی کے ازلی فلسفے کو بیان کرکے نظم روٹیاں لازوال بنادیا۔

نظم: آدمی نامہ

نظم "آدمی نامہ میں نظیر اکبر آبادی نے یہ بتایا ہے کہ ہر انسان اپنی جگہ اہم ہے۔ آج کے دور میں اصول کو دیکھیں تو آج بھی ہر آدمی اپنی جگہ اہم ہے۔ اس کے بنیادی حقوق آفاقی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ اصول زمان و مکان کی قید سے آزاد ہیں اور ہر معاشرے، ہر دور، ہر علاقے میں یہ یکساں صادق آتے ہیں۔ نظیر کی شاعری انسانیت کے عالمگیر اصولوں کی علم بردار ہے۔ وہ اپنے زمانے کی نسبت بہت بلند سوچ رکھتے ہیں۔ مذہب و معاشرہ، رنگ و نسل سے ماورا ہو کر زندگی کو معروضی نقطۂ نظر سے دیکھنے کے قابل ہیں۔

نظیر اکبر آبادی نے اس نظم کا پس منظر "فلسفیانہ اصول"، "معاشرتی اصول" اور "اخلاقی اصول" پر مبنی ہے۔ عام زبان اُس دور میں استعمال کی جاتی ہے۔ وہی زبان آج بھی استعمال ہوتی ہے۔ یہ خیالات بدلی ہوئی صورت میں نظر آتے ہیں لیکن ان میں زندہ رہنے کے جو فائدہ نظر آتے تھے وہ آج بھی وہ ہی ہیں۔ یعنی "نیکی اور بدی کا فلسفہ"۔ آدمی نامہ اپنے دور کی شاہکار نظم ہے جس میں انسان اس نظر سے دیکھا گیا ہے کہ جدید دور میں بھ ییہ اندازِ فکر کم دکھائی دیتا ہے۔

انسان کو نظریاتی اور سماجی رشتوں سے الگ کرکے دیکھنا یہی انسانیت کا تقاضا ہے اور یہی خصوصیت اس نظم کو منفرد بناتی ہے۔ نظیر کہتے ہیں کہ انسان شہرت کی خاطر ننگا اور ذلیل ہوتا ہے۔ انسان کو کہیں سے بس کچھ ملنے کی امید ہو اُسکے لیے اسکو (Joker) جوکر بننا بھی قبول ہے۔ روزگار حاصل کرنے کے لیے ذلیل و خوار ہونے والے بھی انسان ہی کہلاتے ہیں۔ اور جو ان پریشان اور ذلیل انسانوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے وہ بھی انسان ہے۔ دراصل انسان کی ذات میں اس قدر بھول بھلیاں ہیں۔ اس قدر تضادات

موجود ہیں کہ ہم اسکا جائزہ لیتے وقت پریشان ہو جاتے ہیں۔ اکبر نے قدیم زمانے کے وہ تصورات پیش کیے ہیں جو آج کے جدید دور کا موضوع ہیں۔

۱۔ معاشرتی مرتبے کی بات

۲۔ نیکی اور بدی کی بات

۳۔ بادشاہت اور خدائی کی بات

۴۔ شیطان اور فرشتے کی بات

۵۔ انسانی رویوں کی بات

۶۔ انسانی جذبے، محبت اور نفرت کی بات

دراصل ہم یہ دیکھتے ہیں کہ نظیر نے ایک انسان کو کسطرح دیکھا؟ ہمارے معاشرے مین بہت سے ایسے لوگ ہیں جو برے بھی ہیں اور نیک بھی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم بڑے لوگوں کو دور کر دو اور اچھے اور ٹھیک لوگوں کو Accept کر لو۔ بُرے لوگوں کو بھی انسان سمجھو، اچھائی یا برائی کو دیکھو، نظیر دراصل انسان دوستی کے قائل ہیں۔ نظیر نے اپنی نظم میں "صنعتِ تلمیح" سے کام لیا ہے۔

اللہ تعالی کے سامنے انکار کر دیا۔ کسی کے لیے انسان کے لیے۔ انسان کا potential کیا تھا۔ اچھائی، نیکی، شکی آدمی شیطان بھی ہے اور فرشتہ بھی، خوبصورت بھی ہے اور بدصورت بھی ہے۔ سب کچھ انسان کی Appearance ہے۔ اس دنیا مین اپنے وجود کا اظہار کرتا ہے۔ انسان شیطان بھی ہوتا، فرشتہ صفت بھی اور چالاک دھوکہ دینے والا بھی ساتھ ساتھ رہنما بھی ہے جو بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستہ

دکھاتا ہے۔ مسجد بھی انسانوں نے بنائی، نمازیں بھی انسان پڑھا رہا ہے مگر دوسری طرف جوتیاں چوری کرنے والا بھی انسان ہے۔ انسان کو زندگی دینے والا، اُسکو موت کے گھاٹ اتارنے والا بھی انسان ہے۔ اس نظم میں انسان کے مختلف جذبات کا ذکر ہے کہ اگر آپ کا جذبہ بھلائی ہے، نیکی ہے، تو اپ انسان "اشرف المخلوقات" کے درجے پر فائز ہیں۔ وگرنہ آپ شیطان ہیں چاہے آپ کی صورت شکل انسانوں جیسی ہی ہے۔ نظیر کی اس نظم کا مقصد بُرے لوگوں سے پیار اور محبت کا سلوک ہے کہ ہمیں اسی کے انداز چھپی موانسیت کو ختم کرکے انھیں ایک اچھا انسان بنانا ہے۔ درحقیقت انسان بُرا نہیں ہوتا۔ اس کے اعمال بُرے ہوتے ہیں۔ اگر بُرا عمل انسان چھوڑ دے تو وہ نیک بن جاتا ہے اور اگر کوئی نیک انسان بُرا عمل شروع کردے تو وہ برا ہو جاتا ہے۔ ہمیں ہر انسان کو انکے سماجی اور معاشرتی مقام اور مرتبے سے الگ کرتے ہوئے انفرادی انسانیت میں دیکھنا چاہیئے تا کہ ہم ایک اچھا معاشرہ ترتیب دے سکیں۔

نظیر اکبر آبادی پر کوئی بھی سوال آئے تو اسکا آغاز کیسے کرنا ہے؟

اُردو ادب میں نظیر اکبر آبادی کی انفرادیت یہ ہے کہ انھوں نے فکری سطح پر عوامی فلسفے اور سماجی شعور کو اپنے زمانے سے ہٹ کر ایک اچھوتے اور دلکش انداز میں پیش کیا اور فنی سطح پر زبان و بیان اور صنائع و بدائع، مروجہ تصورات سے ماوراہو کر ایسی تخلیقات پیش کیں جو زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو کر انسانیت کے درجے پر فائز ہیں۔ زیر نظر نظم ایسی ہی شاہکار تخلیقات میں سے ایک ہے جس میں۔۔۔۔ فلسفہ پیش کیا گیا ہے۔

۱۔ آدمی نامہ: انسان کے بنیادی وجود اور اُس کے حسن وقبح کے بارے میں ایک مربوط فلسفہ ہے؟

۲۔ روٹیاں: انسان کی بنیادی ضروریات یعنی غذا اور اس سے وابستہ افراد کے بارے میں فلسفہ پیش کیا گیا ہے۔

۳۔ دارالمکافات: سماجی اعداد اور معاشرتی اصولوں کے بارے میں نصیحت کی گئی ہے۔

نظم: ”دنیا دارالمکافات ہے“

نظیر اکبر آبادی ایک عوامی شاعر ہیں۔ انھوں نے تمام نسلوں کو زندگی کی عام زبان میں پیش کیا ہے۔ نظیر اکبر نے اپنے زمانے کی تہذیبی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس لیے ان کا مشاہدہ بہت گہرا ہے۔ اکبر نے تین قسم کے موضوعات پر لکھا ہے جس میں

١۔ مظاہر فطرت کا بیان مثلاً موسم اور فطری مناظر

٢۔ تہذیبی سرگرمیاں اور مشاغل

٣۔ نصیحت اور نیکی کا فلسفہ

آپ نے اپنے دور کی مروّجہ شاعرانہ زبان کی بجائے مقامی زبان غزل کی جگہ نظم پر قلم اٹھایا۔ آپ کی نظم میں منظر نگاری، ترنم، موسیقیت اور نغمگی جابجا دکھائی دیتی ہے۔ فلسفہ خواہ کوئی بھی ہو اُسکے پس منظر میں عوامی زندگی کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔ وہ مقامی زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ نظم ”دارالمکافات“ ایک ادبی فلسفے کی تصویر پیش کرتی ہے۔ یہ وہ فلسفہ ہے جو ہمارے صوفیائے کرام کا خاصہ رہا ہے۔ اس طرح صوفیانہ کلام کی بنیاد بھی انہی تصورات سے عبارت ہیں۔ نظیر نے اس نظم میں نصیحت کا ایک تصور بیان کیا ہے۔ نظیر کا سماجی نظریہ یعنی نظیر سماج یا معاشرے کو کیسا دیکھنا چاہتے ہیں۔ نظیر کے دور میں پیدا ہونے والے معاشرتی اصول اور جو شاید اس دور میں اتنے مقبول نہ ہوئے ہوں جتنا آج کے دور میں مقبول ہوئے ہیں۔ یعنی ”جیسا کروگے ویسا بھروگے“ گویا جیسا عمل ہے اُسکا Action بھی اسی طرح

کا ہو گا۔ نیکی کرو گے نیکی ہاتھ آئے گی۔ در حقیقت نظیر نے مکافاتِ عمل کو بیان کر کے ہمارے عقائد آخرت کو بھی مضبوط بنانے کی کوشش کی ہے کہ ہمیں اپنے رب کے سامنے ایک دن ضرور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اور یہ تصور بھی ملتا ہے کہ ربّ تعالیٰ کبھی کبھی آخرت کا بھی انتظار نہیں کرتا۔ وہ جلد ہی اسی دُنیا میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتا ہے۔ اس میں صرف صبر کی ضرورت ہے۔ اکبر انسانی عمل کو ایک ایسی تعمیری تسلسل سے جوڑتے ہیں کہ اگر ہم دوسروں کے لیئے پھول بن جائے، میوہ بن جائے، آرام و سکون کا باعث ہوں تو ایک اچھا معاشرہ وجود میں آئے گا۔ ہر شخص انفرادی سطح پر دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے تاکہ دوسرے بھی مشکل کے وقت اس کا ساتھ دے سکیں۔ کیونکہ بنیادی طور پر ہمارے قرآن اور ہماری حدیث کی تعلیمات کا نچوڑ بھی یہی ہے کہ ہمیں اللہ کی مخلوق کے ساتھ پیار اور محبت کا سلوک کرنا ہے۔ اکبر کا یہ فن ہے کہ وہ تمثیلوں کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔ لفظوں کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ ان کی نظم کا مرکزی کردار نیک اعمال ہیں کہ اگر زندگی میں نیک عمل کا کردار مر گیا تو ہر طرف نفرت اور افراتفری کا عالم ہو گا۔ ہمیں نیکیوں کا ادراک کرنا ہے۔ اپنی زندگی کا مقصد سمجھنا ہے کہ آیا ان نیکیوں سے ہماری موجودہ زندگی اور ہماری آخرت پر کسی قسم کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ زبان خواہ کوئی ہو، مذہب خواہ کوئی ہو، ہر زبان ہر مذہب اور ہر کلچر میں نیکی کو نیکی اور بدی کو بدی کہا گیا ہے۔ ہر مذہب سے اچھا انسان بننے کی تلقین کی ہے۔ اکبر نے مکافاتِ عمل کو زندگی کی کامیابی بتایا ہے کہ اگر ہم سکھ اور چین کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں دوسروں کو بھی اس بات کا موقع دینا ہے۔

نظیر اکبر آبادی

۱۔ ”آدمی نامہ“

- ❖ نیکی اور بدی کا فلسفہ (Philosophy)
- ❖ عام آدمی کا تہذیبی وجود ہٹا دیا جائے تو ہر کوئی انسان ہے۔
- ❖ دنیا کے بنائے ہوئے نام و طبقے
- ❖ کافر اور مومن بھی آدمی ہیں
- ❖ کشف و کرامات مطلب اللہ تعالیٰ کے عطا کیئے ہوئے معاجزے
- ❖ زہد و ریاضت۔ عبادت کی پابندی
- ❖ تزکیۂ نفس۔ نفس و دل کی صفائی
- ❖ خالق سے جاملا ہے۔ انتقال یا روحانی طور پر
- ❖ انسانیت سے انسان گر چکا ہے۔ جن کی مترادف ہو چکے ہیں۔
- ❖ انسانی رویئے جیسے کہ اداؤن دینا، برائی کرنا، خطبہ دینا، ثواب کرنا
- ❖ انسانوں مین ہی اچھے اور بُرے لوگ موجود ہیں
- ❖ انسان ہی دوسرے انسان کی بے عزتی اور عزت کرتے ہیں
- ❖ سکھ اور دکھ دینے والا بھی انسان ہی ہے